Gohar e tehqeeq گوہر تحقیق
گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور
Year 2023; Vol 02 (Issue 02)
PP. 01-11 https://journals.gscwu.edu.pk/

عنبر فاطمہ
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد۔

ڈاکٹر صدف نقوی
خط کتابت کے مصنف
چیئرپرسن شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

Amber Fatima
Ph.D. Scholar, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.

Dr. Sadaf Naqvi
Correspondence Author
Chairperson Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.

سعید نقوی کی شاعری ---ایک تجزیہ

An Analysis of Saeed Naqvi's Poetry

Abstract:

Saeed Naqvi is considered one of the greatest poets of the present age. His name is having the worth of a rising star in the world of literature.

The diversity and versatility of his personality finds expression in his poetry. The effect of his poetry is universal. His poetry reflects simple and pure human emotions. His imaginative and thought provoking poetry excites the attractive and captivating aspects of human nerves. His poetry keeps every heart alive. This attribute has given a cosmopolitan stature to his poetry.

Keywords: Greatest Poets, Present Age, Diversity, Versatility, Provoking Poetry, Heart Alive, Cosmopolitan Stature.

سعید نقوی ایک منفرد شاعر کی حیثیت سے منظرِ عام پر آئے ہیں۔ شاعری سے انہیں بچپن سے ہی لگاؤ تھا۔ اگرچہ انہوں نے لکھنے کی ابتدا نثری تخلیقات سے کی لیکن فطری طور پر ان میں ایک شاعر بھی چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے روایتی مضامین کو نئے تناظر میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں ندرتِ فکر اور رنگین بیانی سے عصری، معاشرتی، سیاسی، فلسفیانہ اور وجودی اندازِ فکر کو پیش کیا ہے۔ یہ موضوعاتی تنوع ان کی ادبی شان میں اضافہ کرتا ہے۔ انہوں نے اپنے رفعت تخیل سے اردو شاعری کو استحکام بخشا اور اس کو صرف حال ہی نہیں بلکہ مستقل کے عصری رجحانات کے رموز سے آشنا کر کے ایک نیا زاویہ عطا کیا۔

علی اکبر ناطق لکھتے ہیں کہ:

> ’’انہوں نے افسانے اور خواب کے درمیان کی کیفیت کو جمالیات اورجذبات کا رنگ دے کر اپنے شعروں میں بننے کی کوشش کی ہے۔ خیالات میں ایک شعوری ترتیب موجود ہے جو کسی بھی جینوئن آرٹسٹ کے نجی یا ذاتی نظریات میں پائی جاتی ہے۔‘‘(۱)

دورِ حاضر فکری اعتبار سے جمود اور تعطل کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں ایک کے بعد ایک جو حیران کن اور المناک واقعات رونما ہوئے ہیں یہ ہمیں ذہنی طور پر متزلزل کر رہے ہیں۔ آج کل کے فرقہ وارانہ فسادات نے ہم پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ان اثرات کے نتیجے میں ہم پر مایوسی، بے یقینی، تنہائی، لاحاصل اور عدم تحفظ کے احساسات طاری ہونے لگے۔ ان المیہ احساسات کی وجہ سے خارج سے ہمارا رابطہ ٹوٹنے لگا اور باطن کو ہم نے اپنی پناہ گاہ سمجھ لیا۔ ایسے میں کوئی شاعر اگر ہمارے درد کو سمجھے اور اپنے اشعار کے ذریعے ہمارے درد کی عکاسی کرے تو ہم فوراً اس کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ سعید نقوی کے اشعار میں انسانی درد کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

سعید نقوی اپنی داخلی کیفیات و محسوسات کے اظہار میں نہایت متحرک ذہن کے حامل انسان ثابت ہوئے ہیں۔

’’دام خیال‘‘ سعید نقوی کا شعری مجموعہ ہے۔ جس میں ان کی غزلیں اور نظمیں شامل ہیں۔ اس مجموعہ کلام میں اگرچہ نظموں کی تعداد غزلوں کے مقابلے میں کم ہے۔ ان نظموں میں اچھے دنوں کی امید، یادماضی، فلسفۂ زندگی، ملکی حالات، سیاسی و سماجی حالات کو خوبصورت تشبیہات اور استعارات کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

عشق ایک ایسا جذبہ ہے جو کم و بیش ہر انسان کے خمیر میں شامل ہے۔ کسی اچھی اور خوبصورت چیز کو سراہنا، چاہنا اور پسند کرنا انسان کے زندہ دل ہونے کی نشانی ہے جو کہ اس کی محبت بھرے جذبات کی عکاسی کرتی ہے اور اسی چیز کو حاصل کرنے کی خواہش کرنا اور اس خواہش کا شدت اختیار کرنا عشق ہے۔ اردو شاعری کا بنیادی محرک یہی عشق ہے اور سعید نقوی بطور شاعر ہمیں اس جذبے سے متحرک نظر آتے ہیں۔ جس طرح محبت انسانی فطرت ہے۔ اسی طرح خوبصورت تخلیق سے متاثر ہونا اور حیرانی و سراہت کا اظہار کرنا بھی انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ حسن خواہ کسی خوبصورت منظر میں مبہم ہو یا کسی انسانی چہرے پر آویزاں، دل کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور یہی ابتدائی کشش عشق کی انتہا بنتی ہے۔

اردو کے سبھی شاعروں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق حسن و عشق کے موضوع پر طبع آزمائی کی ہے۔ سعید نقوی بھی اس سلطنتِ عشق کی وادیوں میں گم دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے اشعار سے واضح طور پر ان کے واردات حسن و عشق پر مکمل روشنی پڑتی ہے۔ عشق و محبت میں پہلا مرحلہ تو محبوب کی یادیں ہوتی ہیں۔ عاشق کے ہجر کے شب و روز ان ہی کے سہارے بسر ہوتے ہیں اور اگر کبھی وہ ان یادوں سے فرار اختیار کرنا چاہے تو یوں لگتا ہے جیسے جسم کا کوئی حصہ کٹ جائے گا۔

سعید نقوی کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

اس کی یادوں کا جو دیا ہے سعید
شب کی تنہائیوں میں جلتا ہے(۲)

ساعت ہجر جب ستاتی ہے
وقت کی نبض رک سی جاتی ہے(۳)

سعید نقوی کا محبوب سادہ لیکن دلکش ہے۔ جس کے حسن کی تصویر کشی کرنے کی بجائے سعید نقوی ان کی خوبیوں، عادات و اطوار، شوخی، ستم ظریفی اور نازک بدنی کو بیان کرتے ہوئے ان کے حسن کے بہت سے پہلوؤں کی جھلک دکھاتے ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجیے:

دیکھے ہیں طلسمات کئی تیرے بدن کے
دل کی تو کبھی جاں کی پذیرائی ہوئی ہے[۴]

تو دیکھے ہے وہاں چرخِ کہن پر
میں آنکھوں میں ستارے دیکھتا ہوں[۵]

اگر ایک شاعر کی نظر سے دیکھا جائے تو عشق ہی کی بدولت اس دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ زندگی کی ساری گہما گہمی اور رنگارنگی اسی جذبے کے موجب ہے۔ اگر عشق جیسا پاکیزہ جذبہ نہ ہوتا تو یہ کارخانۂ قدرت بے کار، خاموش، بے حس و حرکت اور بدذوق ہوتا۔یوسف حسن خان لکھتے ہیں کہ:

’’غزل گو شاعر کے نزدیک عشق پوری زندگی پر حاوی ہے۔ زندگی نام ہےعلائق کا جہاں تعلق ہوگا وہاں جذبہ ہوگا اور جہاں جذبہ ہوگا وہاں کسی نہ کسی قسم کا تعلق ضرور ہوگا۔ اسی طرح زندگی بھی تعلقات کی سنہری ڈوریوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ تعلق فطری بھی ہے اور معاشرتی بھی۔‘‘[۶]

سعید نقوی محبوب کے حسن کی تعریف کچھ اس انداز سے کرتے ہیں:

حسن شاید اسی کو کہتے ہیں
جب نظر لوٹ لوٹ جاتی ہے[۷]

ہر عاشق کے جذبات اپنے محبوب کے لیے اس طرح کے ہوتے ہیں کہ جیسے ہی خوبصورت چیز دیکھیں انہیں اس میں اپنا محبوب نظر آئے۔ ہر خوبصورت چیز ان کی نظر میں ان کے محبوب کے لیے ہی مرتب کی گی ہے۔

چاند بادل کو ہٹا کر جو نکل آیا ہے

یہ یقیناً تیرے آنے کا اشارہ
ہوگا[۸]

نثری تخلیقات میں ہمیں سعید نقوی کی غالب کے ساتھ عقیدت کا اظہار یوں معلوم پڑا کہ جابجا غالب کے مصرعوں کے ساتھ تحریر کو چار چاند لگائے گئے۔ بالکل اسی طرح سعید نقوی شاعری میں بھی ہمیں غالب کی طرح عشق میں انا اور خودی کے قائل محسوس ہوتے ہیں۔ وہ محبوب کو پانے کے لیے آرزو مند تو ہیں لیکن اپنی انا کو داؤ پر لگانے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ نمونہ کلام:

بات خود ہی شروع
نہیں کرتا
پوچھتا وہ تو پھر بتاتا
میں[۹]

اس حسن کا سورج کبھی ہم
تک نہیں آیا
خود اپنی انا کے پسِ دیوار
ہوئے ہیں[۱۰]

حسن و عشق کے معاملات میں سعید نقوی کی شاعری میں بہت زیادہ گہرائی پائی جاتی ہے۔ جہاں وہ نشاطِ عشق سے لطف اندوزی کی بات کرتے ہیں وہاں محبوب کو اپنی مصروفیات کا عقدہ سنا کر اپنے وجود کی اہمیت سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔

اک فراغت چاہیے ہے
عشق میں
اور یہاں مرنے کی بھی
فرصت نہیں[۱۱]

میں تجھے سوچ کر خود
سے لڑتا رہوں
خود کو اپنی عداوت کا مارا
لکھوں[۱۲]

سعید نقوی کے ہاں نئے موضوعات کا درآنا لازمی بات ہے کیونکہ ان کے عہد اور کلاسیکی شعرا کے عہد میں فرق واضح ہے۔ سعید نقوی نے اپنے عہد کی ترجمانی کی ہے۔ سعید نقوی کے ہاں عشق کا جذبہ مثبت اور تعمیری رخ لیے ہوئے ہے۔ اس جذبے میں ان کا حقیقت پسندانہ رویہ دیکھنے میں ملتا ہے۔

انہوں نے عشق کے ساتھ ساتھ حسن کو بھی ماورائی یا خیالی چیز نہیں بنایا بلکہ انسان ہی رہنے دیا ہے۔

سعید نقوی کی شاعری میں صرف حسن و عشق کا معاملہ نہیں ملتا بلکہ انہوں نے کامیاب شاعر کے طور پر اپنے عہد کے پیدا شدہ سیاسی حالات اور مسائل کو بھی موضوع بنایا ہے۔ اس سے ان کی ذہنی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے ہاں شاعری کا دامن تنگ نہیں بلکہ عالمی سطح پر ابھرنے والے حالات بھی ان کی شاعری میں شامل ہیں۔ دہشت گردی، عالمی سیاست کا بھیانک چہرہ، امریکا اسرائیل جیسے ممالک کا تانا شاہی اور انسانیت کا زوال وغیرہ ان کی سیاسی شاعری کے موضوعات ہیں۔

معروف شاعر سعید نقوی نے سانحہ 9/11 کے بعد امریکہ کی طرف سے قیام امن کے نام پر افغانستان اور عراق میں بدترین دہشت گردی کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر برپا کی گئی اس قیامت صغریٰ نے ان کے ملک کو جس طرح اپنی لپیٹ میں لیا۔ اس افسوسناک صورتحال کو سعید نقوی اپنی شاعری میں یوں بیان کرتے ہیں:

آنگن تک آ گئے تھے وہ شعلے پڑوس سے
آنکھوں میں بھر کے اپنی دھواں آ گیا ہوں(۱۳)

سعید نقوی کی شاعری سماج کی تہذیبی اور اخلاقی شکستگی کا نوحہ بھی ہے۔

در و دیوار کا دکھ بعد کا ہے
یہاں تو مسئلہ بنیاد کا ہے(۱۴)

زندگی یوں دائرے میں آ گئی
دائیں کو بائیں سے اب نسبت نہیں(۱۵)

ادب حالات کا متقاضی ہوتا ہے۔ لہٰذا حالات کو بگاڑنے والا معاشرہ جب حادثات کا سبب بنیں تو ادیب اس سے خاص طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ ایک حساس شاعر/ادیب ان حوادث کو اپنے اظہار کا ذریعہ بناتا ہے۔ وہ اپنے لہو لہو جسم کی داستان لکھ کر، سسکتی روح کے نام ایک سکوں لکھنا چاہتا ہے۔ ایسی ہی ایک تلخ حقیقت کو سعید نقوی اپنے فنکارانہ انداز میں پیش کرتے ہیں:

بولنے والوں کے یہاں سر بھی
لیے جاتے ہیں
اور ہم ہیں کہ بلاخوف کہے
جاتے ہیں
ساتھ سورج کے نہ جینے سے
یہ نقصان ہوا
اب اکیلے پسِ دیوار رہے جاتے
ہیں
کوئی پتہ بھی اگر شاخ سے ٹوٹا
ہے یہاں
اس کے الزام پرندوں پر دھرے
جاتے ہیں(۱۶)

شاعر معاشرے کا ایک حساس حصہ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے اردگرد بکھرے ہوئے موضوعات سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ سعید نقوی عصرِ حاضر میں سیاسی سطح پر انقلاب کے حامی ہیں۔ معاشرتی حقائق اور بگاڑ کو جس وسعت نظری سے انہوں نے دیکھا ہے وہ ان کا خاصہ ہے۔

کیوں اپنی راہ سے ہٹ کر میں خود
کو بے اماں رکھوں
ستاروں کے نکلنے تک نظر میں آسماں
رکھوں(۱۷)

سعید نقوی عصرِ حاضر سے وابستہ مسائل کا گہرا شعور و ادراک رکھتے ہیں جو کہ ان کی بصیرت اور فنی پختگی کی علامت ہے۔ ان کو سماجی شعور خدا کی عنایت ہوتا ہے۔

’’ادیب و شاعر کی شخصیت اپنے عہد کے سماجی، معاشرتی، عمرانی، معاشی اور اخلاقی اقدار و حالات کی ساختہ بھی ہوتی ہے اور اپنی انفرادیت کی بھی۔ اس کا فن اس کی شخصیت کا پر تو ہوتا ہے۔‘‘(۱۸)

سعید نقوی اپنے اردگرد ہونے والی قیامتوں سے بےخبر نہیں رہتے۔ وہ چاہے بوسنیا کے مسلمان پر ٹوٹنے والے ظلم و ستم کی داستان ہو یا کراچی میں صفورا چورنگی میں بے گناہ اسماعیلیوں کی بس پر ہونے والے قتل عام کی درد آمیز داستان ہو۔ انہوں نے ان سب درد ناک حالات کو شعری قالب میں ڈھالا ہے۔

کتنی دل سوز ہے یہ
خاموشی

ایسی ہوتی ہے سرخ بارش کیا؟
خوں کی بوندوں کی بے صدا یلغار
بے اماں درد کی ہر اک آواز
چار سو پھیلی تیرگی شب کی
اور بڑھتی ہوئی خاموشی میں
نہ ہے چیخ و پکار کی آواز
کوئی ماتم ہے ، نوحہ نہ سسکی
نہ کہیں احتجاج کی گفتار
سب گریباں سنبھالے بیٹھے ہیں
میرے چاروں طرف ہے سناٹا
اور اس خامشی میں گونجی ہے
ایک آواز میرے کانوں میں
خوف سے پھڑپھڑائے دل کی پکار
وحشتوں کے چلن کے ٹاپوں کی
سوئے مقتل گھسٹتے قدموں کی
شاید اب بھی دھڑک رہا ہے دل!
کتنی باقی ہے رات مقتل کی[۱۹]

سعید نقوی معاشرتی تجربات اور مشاہدات کو اپنی فنی چابکدستی سے شعر کا موضوع بناتے ہیں۔ اور استعارے کے پردے میں ایسی گہری بات کر جاتے ہیں کہ جس کی نظیر ڈھونڈے نہ ملے۔ سیاسی تفرقات میں عام عوام جس زد و کوب کا نشانہ بنی ہے اس کی تصویر کشی اس خوبصورت انداز میں کرتے ہیں:

گو حادثے تو جھیل کے اس
پار ہوئے ہیں
پنچھی تو اس طرف بھی گرفتار
ہوئے ہیں(۲۰)

سیاسی کشمکش میں ہر شہری ذہنی اذیت کا شکار بنتا ہے اور اس کی یہ ذہنی اذیت الفاظ کے ذریعے زہر بن کر نکلتی ہے۔ سعید نقوی ان ہی مظلوم لوگوں کے زہریلے انداز کو بیان کرنے کے لیے واحد متکلم کردار یعنی "میں" کا سہارا لیتے ہوئے اس تلخی کو شعری انداز میں یوں بیان کرتے ہیں:

میں اپنی ذات سے مایوس
ہوگیا شاید
جو ایک تلخی سی میرے بیان
میں رہتی ہے(۲۱)

پھر بھی تحریر میں آ جاتی
ہے تلخی جاناں
گو خموشی کو بھی اندازِ ہنر
میں رکھا(۲۲)

سعید نقوی جہاں حالات پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں وہیں وہ ہمیں اس مایوسی کے دور میں پر امید نظر آتے ہیں۔ ان کے مطابق دنیا میں اگر حکومت بے کار لوگوں کی وجہ سے بگڑ رہی ہے تو وہیں نظام بدلنے کے لیے باشعور عوام بھی موجود ہے اور وہی باشعور اور علم والے لوگ آنے والے وقت میں تبدیلی کی وجہ بنیں گے۔

سہمے ہوئے ہیں لوگ اور
گلیوں میں خوف ہے
بدلے گا اب یہ پھر سے سماں آگیا
ہوں میں(۲۳)

سعید نقوی کی شاعری داخلیت کا پر تو لیے ہوئے ہے۔ روایت، تہذیب و ثقافت سے وابستگی نے ان کی شاعری کو ایک نیا آہنگ دیا ہے۔ انہوں نے

اپنی شاعری میں زندگی کے تمام رنگوں کو حسین امتزاج و توازن کے ساتھ پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

1. سعید نقوی، سید، دامِ خیال، لاہور: جہانگیر بکس، ۲۰۱۵ء، ص۹
2. ایضاً، ص۱۳۷
3. ایضاً، ص۹۸
4. ایضاً، ص۱۱۵
5. ایضاً، ص۹۶
6. یوسف حسین خان، اردو غزل، لاہور: القمر انٹر پرائزز، س ن، ص۶۷، ۶۹
7. سعید نقوی، سید، دامِ خیال، ص۹۹
8. ایضاً، ص۴۹
9. ایضاً، ص۱۱۳
10. ایضاً، ص۲۴
11. ایضاً، ص۱۴۶
12. ایضاً، ص۱۳۸
13. غیر مطبوعہ
14. سعید نقوی، سید، دامِ خیال، ص۲۰
15. ایضاً، ص۱۴۶
16. ایضاً، ص۶۸
17. ایضاً، ص۱۰۹
18. رضیہ عثمانی، غالب شاعر امروز و فروا، مشمولہ :گورنمنٹ کالج برائے خواتین فیصل آباد، فیصل آباد: الخضر ٹریڈرزاینڈ پرنٹرز، ۲۰۱۱ء، ص۶۳
19. سعید نقوی، سید، دامِ خیال، ص۳۴، ۳۵
20. ایضاً، ص۲۴
21. غیر مطبوعہ
22. سعید نقوی، سید، دامِ خیال، ص۳۰
23. غیر مطبوعہ